ماحولیاتی تبدیلی اور معاشی اصلاحات

مٹھی بھر دولت مند طبقہ اپنی عیش و عشرت اور بالادستی برقرار رکھنے کے لیے زمین کو ہر روز روند رہا ہے



ابھے کمار

کیا یہ زمین واقعی ایک تندور میں تبدیل ہونے جا رہی ہے؟ اس تصور سے ہی روح کانپ اٹھتی ہے۔ لیکن درحقیقت، جس تیزی سے درختوں اور جنگلات کی بے دریغ کٹائی کی جا رہی ہے اور بڑے بڑے کارخانے دھواں اگلتے ہوئے زمین پر اپنا قبضہ جما رہے ہیں، اور جس رفتار سے تالابوں کو پاٹ کر کنکریٹ کے جنگل کھڑے کیے جا رہے ہیں، یہ تمام عوامل درجۂ حرارت کو ناقابل برداشت حد تک پہنچا رہے ہیں۔ چند مٹھی بھر دولت مند طبقہ اپنی عیش و عشرت اور بالادستی برقرار رکھنے کے لیے زمین کو ہر روز روند رہا ہے اور اس کے قیمتی وسائل کا انتہائی تیزی سے استحصال کر رہا ہے۔ یہی چند طاقتور لوگ اس پورے نظام کی ملائی کھا رہے ہیں، جبکہ دوسری طرف دلت، آدیواسی، اقلیت اور دیگر محروم طبقات اس نظام میں سب سے زیادہ پس رہے ہیں اور اپنی جانوں سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔ ایک حالیہ رپورٹ سے بھی اس حقیقت کی تصدیق ہوتی ہے کہ گزشتہ دو دہائیوں میں تقریباً ۲۰ ہزار افراد شدید گرمی کی لہر کی زد میں آ کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ تحقیقات یہ بھی ظاہر کرتی ہیں کہ ان ہلاک شدگان میں سب سے زیادہ تعداد دلتوں اور آدیواسی کمیونٹی سے تعلق رکھنے والے افراد کی ہے، جنہیں شدید دھوپ میں طویل اوقات تک کام کرنا پڑتا ہے۔ وجہ بالکل واضح ہے: جو کام سب سے زیادہ دشوار اور خطرناک ہوتا ہے، وہ دلتوں اور آدیواسیوں کے سر تھوپ دیا جاتا ہے، کیونکہ ان کی سماجی، معاشی اور تعلیمی حالت دیگر طبقات کے مقابلے میں کہیں زیادہ پسماندہ ہوتی ہے۔ یہی طبقاتی اور معاشی ناانصافی اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ وہ لوگ جو سب سے کم وسائل رکھتے ہیں، وہی سب سے زیادہ متاثر ہوں۔ دوسری طرف جو دولت مند طبقہ اور اعلیٰ ذات کے افراد ہیں، انہیں اکثر زیادہ تنخواہ والے اور کم مشقت کے کام دیے جاتے ہیں، کیونکہ ان کی برادری کے افراد بڑے عہدوں پر فائز ہوتے ہیں، جو اپنے طبقے کے مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔

مزدوروں سے متعلق وقتاً فوقتاً کیے جانے والے سروے کے اعداد و شمار سے یہ بات واضح طور پر سامنے آئی ہے کہ دلت اور آدی واسی طبقات کے ۷۵ فیصد مزدور اپنے کام کے کُل گھنٹوں کا ۷۵ فیصد حصہ کھلی دھوپ میں کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ تمام مشقت طلب کام، جیسے کھیتوں میں محنت کرنا، کان کنی میں پسینہ بہانا، تعمیراتی مقامات پر کام کرنا یا میونسپلٹی کے تحت صفائی جیسے امور انجام دینا، اکثر انہی طبقات کے سپرد کیے جاتے ہیں۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ایسے کاموں میں سب سے کم اجرت دی جاتی ہے اور سماجی تحفظات تقریباً نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ جہاں سڑکیں بن رہی ہوں یا عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہو رہی ہوں، وہاں مزدور جن حالات میں کام کرتے ہیں، وہ جہنم سے کم نہیں۔

معاشرے کا وہ طبقہ جو خود کو مہذب، شائستہ اور سنجیدہ کہتا ہے، اس کی 'رحم دلی' کا یہ عالم ہے کہ وہ مزدوروں کو اپنے فلیٹ کی لفٹ استعمال کرنے کی اجازت تک نہیں دیتے اور ان سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ سیڑھیوں کے ذریعے، اپنے سروں پر بھاری بوجھ اٹھائے، منزلوں کی بلندی طے کریں۔ اس پر مستزاد یہ کہ تعمیراتی مقامات پر اکثر صاف پانی تک کا بندوبست موجود نہیں ہوتا۔ کھانے پینے کی بنیادی سہولیات کا خیال ٹھیکیداروں کے ذہن میں شاذ و نادر ہی آتا ہے، مگر ان مزدوروں سے زیادہ سے زیادہ کام لینا اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرنا وہ اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ مجھے یہ بھی لگتا ہے کہ شہری علاقوں میں کوریئر کا کام کرنے والے افراد، آن لائن شاپنگ کا سامان پہنچانے والے مزدور، یا گھروں میں کھانے پینے کے آرڈر طے شدہ وقت پر ڈلیور کرنے والے کارکن بھی جان لیوا دھوپ اور سخت حالات کی زد میں ہیں۔ یہ افسوسناک حقیقت ہے کہ جہاں آن لائن شاپنگ کمپنیاں کچھ زیادہ کیے بغیر خطیر منافع سمیٹ لیتی ہیں، وہیں ان کے لیے جان کھپانے والے ڈلیوری مزدوروں کو صرف اتنی اجرت دی جاتی ہے جس سے وہ بمشکل زندہ رہ سکیں۔ ان ڈلیوری مزدوروں میں بھی بڑی تعداد دلت اور آدی واسی طبقے سے تعلق رکھنے والوں کی ہوتی ہے۔

> ”
>
> ذات پات کا نظام صرف محنت کی تقسیم نہیں ہے، بلکہ یہ محنت کرنے والوں کی بھی تقسیم ہے۔ ان باتوں کے ذریعے امبیڈکر یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ بھارت میں دلت اور محکوم طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کو ایسے کام سونپے جاتے ہیں جو سب سے مشکل ہوتے ہیں، جبکہ اعلیٰ ذات کے افراد کو نسبتاً آسان، آرام دہ اور زیادہ آمدنی والے کام فراہم کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مزدوروں کے مسائل کو صرف معاشی تناظر میں نہیں بلکہ سماجی انصاف کے زاویے سے بھی دیکھا جائے۔

جہاں مزدوروں کی حالت معاشرے میں سب سے زیادہ خراب ہے، وہیں اس حقیقت سے بھی انکار کرنا ناانصافی ہوگی کہ مزدوروں میں وہ مزدور جو دلت اور آدی واسی طبقات سے تعلق رکھتے ہیں، سب سے زیادہ استحصال زدہ ہیں۔ بابا صاحب بھیم راو امبیڈکر نے سوشلسٹوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ جب تک ذات پات کی غیر مساویانہ ساخت ختم نہیں ہوتی، تب تک مزدوروں کے درمیان حقیقی اتحاد ممکن نہیں۔ ۱۳ فروری ۱۹۳۸ء کو دلت مزدوروں کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے، امبیڈکر نے کہا کہ مزدوروں کے مابین اتحاد اُس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک ذات، نسل اور مذہب کے فرق کو جڑ سے ختم نہ کیا جائے۔ اسی لیے دبے کچلے عوام کے مسیحا نے زور دے کر کہا تھا کہ ہندوستان میں محنت کی تقسیم نہیں، بلکہ محنت کرنے والوں کی تقسیم ہے۔

سال ۱۹۳۵ میں، امبیڈکر نے ایک زوردار کتاب ”اینہیلیشن آف کاسٹ“ تحریر کی، جس میں انہوں نے واضح الفاظ میں لکھا: 'ذات پات کا نظام صرف محنت کی تقسیم نہیں ہے، بلکہ یہ محنت کرنے والوں کی بھی تقسیم ہے۔' ان باتوں کے ذریعے امبیڈکر یہ واضح کرنا چاہتے تھے کہ بھارت میں دلت اور محکوم طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کو ایسے کام سونپے جاتے ہیں جو سب سے مشکل ہوتے ہیں، جبکہ اعلیٰ ذات کے افراد کو نسبتاً آسان، آرام دہ اور زیادہ آمدنی والے کام فراہم کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مزدوروں کے مسائل کو صرف معاشی تناظر میں نہیں بلکہ سماجی انصاف کے زاویے سے بھی دیکھا جائے۔ اسی طرح، ماحولیاتی بحران کو بھی پسماندہ اور کمزور طبقات کے نقطۂ نظر سے سمجھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ وہی سب سے زیادہ اس بحران کا شکار ہو رہے ہیں۔ آدی واسی علاقوں کی مثال لیجیے، جہاں بیرونی آبادیاں آدی واسیوں کے علاقوں پر قابض ہو رہی ہیں، اور آدی واسیوں کو ان کے اپنے گھروں سے اجاڑا جا رہا ہے۔ دلت بستیوں کا بھی یہی حال ہے، جہاں اب تک پینے کے صاف پانی تک رسائی نہیں ہے۔ اردو اور ہندی ادب کے عظیم ادیب پریم چند نے آزادی سے قبل "ٹھاکر کا کنواں" کے عنوان سے ایک مختصر مگر معنی خیز کہانی لکھی تھی، جس میں دلت سماج سے تعلق رکھنے والا جوکھو کئی دنوں سے بیمار تھا۔ دلتوں کے علاقے کا کنواں ایک جانور کے گرنے سے آلودہ ہو چکا ہے، اور جوکھو کی بیوی گنگی اپنے شوہر کی پیاس بجھانے کے لیے رات کے وقت اعلیٰ ذات کے ٹھاکر کے کنویں سے پانی لینے جاتی ہے، مگر ناکام لوٹتی ہے۔ آخرکار، پیاس سے نڈھال جوکھو بدبودار پانی ہی پینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ہندی کے ایک اور معروف ادیب، پھنیشور ناتھ رینو نے دوسری عظیم جنگ کے سیاق میں 'بٹ بابا' کے عنوان سے ایک کہانی لکھی تھی، جس میں زمیندار طبقہ گاؤں کے اس قدیم درخت کو کاٹ دیتا ہے، جس کے سائے میں سب لوگ گرمی میں بیٹھ کر سکون پاتے تھے۔ یہ کہانیاں اگرچہ برسوں قبل لکھی گئی تھیں، مگر آج بھی یہ بھارت کے ذات پات اور طبقاتی نظام کی عدم مساوات کی تلخ حقیقت کو بیان کرتی ہیں۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد بھی حالات میں خاطر خواہ بہتری نہیں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ ماحولیاتی تبدیلی اور معاشی اصلاحات کو بھی سماجی انصاف کے تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔■

(مضمون نگار جدید تاریخ کے اسکالر ہیں)

debatingissues@gmail.com